فرض آپ کو پکار رہا ہے......!

الشیخ سلمان العودہ

ترجمہ: ڈاکٹر ظہیر عمر شیخ

آخر اُمت مسلمہ کا فرض منصبی اور مقصد وجود کیا ہے؟

یہ ایک ایسا کامیاب و کامران' جدوجہد کرنے والا گروہ ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے...... پس اوّل مرحلے پر' جو افراد باصلاحیت ہیں' اور اس منصب کی ادائیگی کے لیے طاقت بھی رکھتے ہیں' وہ اس فرض کی ادائیگی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔ صلاحیتوں سے مالا مال وہ نوجوان جو عقل وفہم سے آراستہ ہو' جس کا حافظہ بلا کا ہو' جو دعوت الی اللہ اور اصلاح اُمت کے لیے گفتگو کا سلیقہ اور خطابت کا فن جانتا ہو' حکمت دعوت کا فہم رکھتا ہو' معاشرے میں اثر ورسوخ کا حامل ہو' اور اسے دیگر وسائل اور مواقع بھی میسر ہوں' تو اسے چاہیے کہ ذاتی آسائش' سہل پسندی اور دنیوی منفعتوں کی پروا کیے بغیر میدان کارزار میں کود پڑے کہ یہ میدان اپنے شہ سواروں کا بے چینی سے منتظر ہے!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں وہ ان سب کے بارے میں روز قیامت جواب دہ ہے لیکن اُلجھن یہ ہے کہ وہ مال و دولت کو تو رزق سمجھتا ہے اور اس کے بارے میں کسی حد تک جواب دہی کا احساس بھی رکھتا ہے حالانکہ وہ تمام صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں جو اسے خدا کی طرف سے عطا کی گئی ہیں' ان کے بارے میں بھی وہ اسی طرح مسئول ہے۔ ہم میں سے کتنے انسان ایسے ہیں جو رب کی عطا کردہ ذہنی صلاحیتوں اور دیگر قوتوں کو حق کی نصرت اور اس کے دفاع کے لیے استعمال کرنے کا شعور وادراک رکھتے ہیں؟ کتنے انسان ایسے ہیں جو اپنی فصاحت و بلاغت کو دعوت الی اللہ کے لیے اور اعدائے دین کی رسوائی کے لیے استعمال کرتے ہیں؟ پھر ایک بڑی تعداد اس غلط فہمی کا شکار ہے' یہ گمان رکھتی ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ روز محشر سب کی باز پرس یکساں ہوگی خواہ غنی وفقیر ہو یا دولت مند اور تنگ دست' ایک فصیح اللسان مقرر ہو یا ایک لکنت زدہ شخص' ایک ذہین وفطین' باصلاحیت اور زرخیز ذہن ہو یا ایک کند ذہن اور غبی' ایک صحت مند وتوانا

فرد ہو یا ایک کمزور اور لاغر شخص' ایک متوازن الاعضا ہو یا اور ایک معذور ومحتاج' ایک باشعور ہو یا ایک بے شعور' ایک وسائل کا حامل ہو یا ایک وسائل سے محروم --- ایسے سب انسانوں کو اس آیت کا مطالعہ کرنا چاہیے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ز وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام ۶:۱۶۵)

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا' اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمھاری آزمایش کرے۔ بے شک تمھارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔

اس آیت میں حیرت انگیز تسلسل پایا جاتا ہے اور بہت سے حقائق پوشیدہ ہیں جو غور طلب ہیں۔

پہلی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے' اور یہ اس لیے ہے تاکہ وہ یہ جانچ سکے کہ دنیا میں اس کی کارگزاری کیا رہی۔ دنیا میں رہنے کا اصلی مقصد ہی آزمایش ہے اور اس ذمہ داری میں تمام انسان یکساں شریک ہیں۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند مراتب و درجات دیے ہیں۔ اس درجہ بندی میں اختلاف وتنوع پایا جاتا ہے۔ وہ رزق کی تقسیم ہو یا جسمانی ساخت کا معاملہ' عقل و دانائی ہو یا مختلف صلاحیتیں اور اوصاف' یا انسانی معاشرے میں فراہم کردہ مختلف مواقع' وسائل یا ذمہ داریاں ومنصب' تمام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ سب کچھ دراصل اللہ تعالیٰ کے نظام میں جاری سنت کے مطابق ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (الزخرف ۴۳:۳۲)

دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے اِن کے درمیان تقسیم کیے ہیں' اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اس میں انسان کی آزمایش کرے۔ یہ

درجہ بندی اسی لیے ہے کہ اُن تمام ظاہری و پوشیدہ نعمتوں کے بارے میں جو اس نے انھیں عطا کی ہیں انسانوں کی جانچ اور پرکھ ہو...... اب کیا تم ان نعمتوں' وسائل اور صلاحیتوں کو اسلام کی بالادستی کے لیے کھپا کر حقیقی کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہتے ہو یا ان کو محض بے فائدہ مصرف میں لاکر' ضائع کر کے اپنے خلاف حجت قائم کرنا اور اُمت مسلمہ کے ضعف و کمزوری کا سبب بننا چاہتے ہو!

چوتھی حقیقت یہ ہے کہ بے شک تمھارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے' یعنی جس شخص نے اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں کے باوجود معصیت و نافرمانی اور رسولوں کی تکذیب کی راہ اختیار کی تو عذاب الٰہی دنیا و آخرت میں اس کا مقدر رہے۔ اگر ان صلاحیتوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے استعمال کیا تو اس راہ کے اندر جو غلطیاں یا کمی بیشی ہوگی تو وہ نہ صرف اس کو معاف کر دے گا بلکہ اجر و ثواب کا سزاوار بھی ٹھیرائے گا۔ کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

افسوس صد افسوس ایسے لوگوں پر جنھوں نے اپنی قیمتی ذہنی صلاحیتوں اور زرخیز ذہن کو فضول مطالعے' اور لغو کاموں میں ضائع کر دیا' جو دنیا و آخرت کے لحاظ سے سراسر گھاٹے کا سودا ہے...... کتنے زیادہ ہیں یہ لوگ...... افسوس!

کس قدر خسارے کا سودا کیا ہے ان لوگوں نے جن کو اللہ تعالیٰ نے گفتار و بیان کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا مگر انھوں نے اپنا سارا وقت لغو اور فضول کلام سننے اور سنانے میں گنوا دیا--- حسرت ہے اللہ کے ان بندوں پر!!

دل یاس و حزن سے بھر جاتا ہے اور کتنی مرتبہ دل کو کچوکے لگتے ہیں یہ دیکھ کر کہ باصلاحیت اور اہل نیکوکار لوگوں میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جنھیں شیطان بہکا کر لے گیا اور انھیں اپنی ذمہ داریوں سے غافل کر دیا ہے۔ وہ لوگ جن کے بارے میں امید تھی کہ وہ اُٹھ کھڑے ہوں گے' تحریک کا ہراول دستہ بنیں گے' اس کے لیے تن من دھن اپنا سب کچھ وار دیں گے اور قافلۂ راہ حق کو ایک نیا عزم' نیا حوصلہ اور ایک ولولہ تازہ ملے گا' انھوں نے تو گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تحریک اور دعوت سے ایسے لاتعلق ہو کر رہ گئے کہ جیسے ان کا کبھی اس سے کوئی ناطہ ہی نہ تھا۔ کبھی تو شیطان نے انھیں جاہ و منصب سے دُور رہنے کا درس دیا' اور کبھی شہرت و ناموس سے ہٹ کر کسی کونے میں بیٹھ جانے کا سبق پڑھایا' اور کبھی اس راہ میں ریاکاری کا خوف دلایا۔ کبھی یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گئے کہ مجھ ناتواں کی صلاحیتیں واجبی سی ہیں' میرے مقابلے میں دوسرے اہل افراد موجود ہیں۔ ایسے میں میرے الگ بیٹھ رہنے یا لاتعلق ہو جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر آپ انھیں سمجھانے کی کوشش کریں' نہایت دل سوزی و ہمدردی سے اصل حقیقت باور کرائیں تو ان کی طرف سے یہ جواب ہوگا کہ

حضرت! یہ درست ہے کہ حالات سازگار نہیں' مردان کار کی کمی ہے اور اسلام کے محض خالی دعوے دار' غیر تربیت یافتہ اور اسلامی فکر سے عاری افراد آگے آ گئے ہیں' ایسے میں بااصول' باکردار اور تربیت یافتہ افراد کے لوگ منتظر ہیں۔ یہ میدان خالی پڑا ہے۔ کل سے زیادہ آج پیاس' طلب اور تڑپ پائی جاتی ہے---لیکن ہم جیسے کمزور اور ناکارہ لوگوں سے یہ کام کہاں ہو سکے گا' ہمیں تو آپ رہنے ہی دیجیے! اس راہ میں بہت سی رکاوٹیں بھی ہیں' خدا سے بہتری کی دعا کیجیے!

سبحان اللہ! کیا منطق اور استدلال ہے--- حالات کی سنگینی کا اندازہ بھی ہے لیکن پھر بھی میدان کھلا چھوڑ رکھا ہے! اے بندۂ خدا! دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کا یہ میدان آخر کس کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے؟ آخر کون اس فریضے کی ادایگی کے لیے آگے بڑھے گا؟ کسے ان رکاوٹوں کو پاٹنا ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ کام اب تم پر فرض ہو چکا ہے۔ یہ فرض عین ہے۔ وقت کا تقاضا کیا ہے--- یہی کہ اگر تم اپنے اندر اس کام کے لیے کسی پہلو سے بھی کوئی صلاحیت پاتے ہو تو آغاز کار کے لیے فضول قسم کی تاویلات کا سہارا ترک کر دو۔ کیا تم اپنی نمازوں میں یہ دعا نہیں پڑھتے' اور اپنے رب کو ان الفاظ کے ساتھ نہیں پکارتے ہو؟

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ (الفرقان ۲۵:۷۴)

اے ہمارے رب' ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔

کیا یہ مناسب ہے کہ تمھارا عمل' تمھارے دعوے اور تمھاری دعا کے خلاف ہو۔

اسوۂ نبیؐ کو دیکھو! آپؐ نے ہمیں مقاصد کے حصول کے لیے پہلے تمام ممکنہ وسائل و ذرائع اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے اور پھر ان مقاصد کی کامیابی کے لیے دعا کی تعلیم فرمائی ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ پر فوج کشی کی تو مدینہ منورہ کے تمام آنے جانے والے راستوں پر پہرہ داری کا نظام وضع کیا تاکہ حملے کی تیاری کی خبر کفار کو نہ ہو سکے۔ اس ضمن میں جو کچھ بھی ہو سکا وہ کیا' تمام ممکنہ مادی وسائل بروے کار لائے گئے اور اس کے بعد بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا مانگی: اے اللہ! قریش کو ہماری جنگی تیاریوں کی خبر سے غافل کر۔

حضرت عمر فاروقؓ کا اس سلسلے میں کیا طرز عمل تھا؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کچھ بیمار اُونٹ دیکھے تو ان کے مالکوں سے پوچھا کہ تم ان کے علاج کے لیے کیا کرتے ہو؟ انھوں نے جواباً کہا کہ ہمارے پاس ایک صالحہ عورت ہے۔ ہم اس کے پاس دعا کے لیے جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اس بوڑھی کی دعا کے ساتھ دوا بھی

شامل کرلو (یعنی آپ نے وسائل اکٹھا کرنے کی تعلیم دی)۔ دعا تو وسائل کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے مانگی جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج غلبۂ دین' اقامت دین اور دعوت الی اللہ جیسے اہم فریضے کی ادایگی کے لیے ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ فہم دین' علمی استعداد' افکار ونظریات کے حامل باکردار' باصلاحیت اور تربیت یافتہ افراد اور فدایانہ جذبے سے اس مشن کو لے کر چلنے والے اور دعوت کے عمل کو آگے بڑھانے والے لوگوں کی کمی کا سامنا ہے۔ حالات کی سنگینی اپنی جگہ ہے۔ اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اسلام کے محض خالی دعوے دار ایک بڑی تعداد میں آگے آ گئے ہیں۔ نااہل اور مفاد پرست افراد جنھیں محض نام ونمود اور اپنا مفاد عزیز ہے اقتدار پر مسلط ہیں اور ملک وملّت کے مفاد کے خلاف اور اسلام دشمن قوتوں کے مفادات کی تکمیل کے لیے کوئی بھی سنگین اقدام اٹھانے میں انھیں کوئی باک یا جھجک نہیں--- ایسے میں کیا عجب تقویٰ ہے جو گھر بیٹھ جانے کی تعلیم دے!

کیا یہی تقویٰ ہے کہ فرض عین جیسے فریضے کی تکمیل سے دست کش ہوا جائے اور اس اہم ذمہ داری کی ادایگی سے اعراض برتا جائے؟ خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں اور وسائل کو اس راہ میں کھپانے سے احتراز کیا جائے؟

یہ مشورہ تو ضرور دیا جائے کہ علم کی شمع روشن کی جائے' دعوت کا عمل عام کیا جائے' خطابت کے جوہر دکھائے جائیں' لیکن خود اس خوف سے دُور رہا جائے کہ کہیں ان میں سے کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو جائے؟ کیا گوشہ نشینی کا زمانہ آ چکا ہے کہ ہم تقویٰ کے معنی ''ہر کام سے فرار'' کے اندر تلاش کریں؟ یہ شکوہ کہ معیار متاثر ہو گیا ہے' تربیت اور کردار سازی میں کمی ہے' حکمت عملی اور تدبیر کا فرق ہے' گو معروف کے دائرے ہی میں ہو--- حالانکہ یہ صرف موہوم اندیشے ہیں' اور اگر حقائق بھی ہوں تو کیا حقائق کا سامنا کرنے کی ضرورت ہے یا راہِ فرار اختیار کرنے کی!!

حالات کی سنگینی کا تقاضا آگے بڑھنا ہے' اصلاح احوال کے لیے' بگاڑ کے سدباب کے لیے' خیر کو سمیٹنے اور صالح عنصر کو منظم کرنے کے لیے اور بدی کے خلاف منظم جدوجہد کرنے کے لیے--- یہ وقت بیٹھ رہنے یا انتظار کا نہیں ہے--- جو کچھ کر سکتے ہیں کر گزریے! اللہ نے جو کچھ آپ کو عطا کیا ہے' وسائل اور صلاحیتوں سے نوازا ہے' اس کی راہ میں کھپا دیجیے--- اس لیے کہ اس کی جواب دہی ہے' یہی کامیابی اور نجات کی راہ ہے۔

آگے بڑھیے--- فرض آپ کو پکار رہا ہے!!

ربنا وجعلنا للمتقين اماما!